ڈاکٹر عطش دُرّانی

ڈائریکٹر ملٹی میڈیا، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

اُردو کے تحقیقی جرائد کے لیے اثراتی عامل کا جائزہ

Research is recognized by its impacts. ISI evaluates research by indexation of references, citations and reviews in research Journals at international level. The author is well-known scholar on Urdu research methodology. In this paper he tries to describe the Impact and other factors to be stated for Urdu research Journals. HEC has prescribed five conditions for journals but most of Urdu journals cannot reach up to the "x", "y" and "w" categories. In social sciences a frequency of Journal citation in other Journals for seven years is considered as impact factor (IF). A Journal on languages has IF 1.886. The size of a journal also affects IF. 140 papers per annum increase in the number of articles/ papers reflects 22% IF increase. The acceptance rate (AR) of a journal also gives importance to it. An average AR is 42%. It means that more than 50% papers should be rejected. Urdu journals do not have such policy. Most of the Urdu journals do not reflect knowledge promotion.

تحقیق اپنے اثرات ہی سے پہچانی جاتی ہے۔ اس کا جائزہ عالمی سطح پر ISI لیتی ہے۔ HEC نے بھی تحقیقی جرائد کے لیے پانچ شرائط مقرر کر رکھی ہیں۔ مگر اُردو کا کوئی جریدہ "Z" زمرے سے اوپر نہیں آسکا، سوائے ایک آدھ کے جو "Y" ہے لیکن "X" اور "W" سطح پر کوئی نہیں۔ اثراتی عامل کسی سال میں دیگر جرائد میں آنے والے حوالوں کی اوسط تعداد یا پانچ/سات سال کے تعدد کو کہتے ہیں۔ ایک لسانی عالمی جریدے کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اثراتی عامل ۱ء۸۸۶ ہے جو بڑھ رہا ہے۔ یہ ۴۷ ویں نمبر پر ہے۔ ایک ادبی جریدہ ۱۹۷۰ء اثراتی عامل کا حامل ہے۔ جریدے کا سائز عام طور پر اثراتی عامل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ۱۴۰ مقالات سالانہ کی کمی بیشی سے اثراتی عامل میں ۲۲٪ سالانہ کمی بیشی ہوئی ہے۔ مقالات کی شرح قبولیت بھی جریدے کو اہمیت دیتی ہے۔ اوسطاً شرح قبولیت ۴۲٪ ہے ۔ اُردو جرائد اس طرح کی کوئی ادارتی پالیسی نہیں رکھتے۔ پھر ان کے ہاں اوسطاً دو چار ہی میں اپنے معاصر تحقیقی جرائد کے حوالے ہوتے ہیں۔ ان جرائد کو ''علم'' کی ترقی کے لحاظ سے مقالات منتخب کرنے چاہئیں یعنی ان میں نسبتوں، تعلقات اور تلازمات کا نقش ہونا چاہیے۔

اصطلاحات

اثراتی عامل	(Impact Factor)	اثراتی مطالعہ	(Impact Study)
اشاریہ بندی	(Indexation)	معاصر جائزہ	(Peer Review)
مقالاتی سطح جدول	(Almetrics)	شرح قبولیت	(Acceptance Rate)
زمرہ	(Category)	نقش	(Pattern)
کوائف	(Data)		

متن

تحقیق اپنے اثرات(Impact)کے ذریعے سے یعنی اثرات کے مطالعے(Impact study) سے پہچانی جاتی ہے۔ اس کے لیے تحقیقی جرائد کے معیارات پر بات ہوتی ہے۔ یہ بات سب سے پہلے سرگودھا یونیورسٹی کی عالمی اُردو کانفرنس کے مقالے میں کہی تھی، پھر دوسری کتابوں میں بھی دہرائی۔[1] تاہم اُردو میں کوئی اور متعلقہ تحقیقی ماخذ یا ادبیات موجود نہیں۔ اس کی اشاریہ بندی (Indexation) کی جاتی ہے، جس سے اثرات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر حافظ صفوان محمد چوہان جتنی بھی تشریح کر لیں،اُردو کا کوئی ایک تحقیقی جرنل عالمی سطح پر ابھی تک اپنا اثر نہیں جما پایا۔ ISI(بین الاقوامی سائنٹیفک اطلاع) میں کسی کا اندراج نہیں۔ ایک ڈاکٹر محمد میمن کا انگریزی جریدہThe Annual of Urdu Studiesہے، وہ بھی ابھی تک تراجم ہی کی بنیاد پر استوار ہے اور اس کا اثراتی عامل ابھی وضع نہیں ہوا۔اُردو میں شائع ہونے والے تحقیقی جرائد اور رسالوں کی بات کریں۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن نے ان کے لیے پانچ شرائط(ISI) کی مقرر کر رکھی ہیں۔ ابھی تک کوئی جریدہ ان پر پورا نہیں اتر رہا۔

تحقیقی جرائد کی جائزہ کاری ISI کا ایک اہم کام ہے۔ وہاں ہر سال جرائد کی منظوری کی فہرست تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ بیس ہزار سے زائد جرائد کا جائزہ لیا جاتا ہے اور ان کی دس فی صد تعداد منتخب ہوتی ہے تاکہ صرف اعلیٰ تحقیقی معیار رکھنے والے جرائد ہی شامل رہ سکیں۔ اس جائزہ کاری کے اصول اور معیارات کچھ یوں ہیں:

ا۔معیارات

الف۔ اشاعت کا دورانیہ: جریدے کو طے کردہ دورانیے یا مدت میں مسلسل شائع ہوتے رہنا چاہیے۔کم از کم سابقہ تین شمارے وقت پر شائع ہوئے ہوں۔

ب۔ بین الاقوامی ادارتی روایات: جریدے کا نام معلومات مہیا کرنا ہو، مقالے کا عنوان موضوع کو بیان کرتا ہو، خلاصے، کتابیات اور حوالہ جات موجود ہوں، ہر مصنف کا مکمل پتا اور معلومات دی گئی ہوں۔

ج۔ انگریزی میں عنوان اور خلاصہ: مقالہ کسی بھی زبان میں ہو،عنوان اور خلاصہ انگریزی میں بھی ضرور دیا گیا ہو۔کلیدی الفاظ اور اصطلاحات کے انگریزی متبادلات موجود ہوں۔

د۔ معاصر جائزہ(Peer Review): دیگر ساتھی جرائد میں اس پر جائزے اور تبصرے کیے گئے ہوں۔

۲۔ادارتی مواد: ایسے مواد پر مقالات جن پر پہلے کام نہ ہوا ہو۔ ابھرنے والے نئے موضوعات پر جریدہ شائع ہوتا ہو۔

۳۔ بین الاقوامیت: جریدہ دوسرے ملکوں کے قارئین تک رسائی رکھتا ہو۔ یعنی وہاں خریدار موجود ہوں۔

۴۔حوالہ جاتی تجزیہ: جریدہ صرف اپنے میدان یا مضمون پر شائع ہو تو حوالہ جاتی تجزیہ آسان ہو جاتا ہے۔ عام طور پر پانچ سال اور زبان اور انسانیات کے موضوعات پر سات سال تک اثراتی عامل کا جائزہ لینا پڑتا ہے۔

۵۔ برقیاتی جریدہ: بہتر ہے کہ جرائد اپنا مواد انٹرنیٹ پر بھی مہیا کریں۔

اثراتی عامل(Impact factor)

اسے ذرا تفصیل سے دیکھنا ہوگا، مثلاً اثراتی عامل عام طور پر کسی جریدے کے دیگر جرائد میں آنے والے حوالوں کی اوسط سالانہ تعداد یا تعدّد کو کہا جاتا ہے۔ اس سے جریدے کی تحقیقی اہمیت کا اندیشہ ہوتا ہے۔ یہ اس تعدّد کو کہتے ہیں جو کسی عام تحقیقی مقالے کے حوالہ جات کسی خاص سال یا عرصے عام طور پر پانچ سال اور زبان اور انسانیات کے موضوعات پر سات سال میں دوسرے مقالوں/ جریدوں میں آنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے لیے عام طور پر:

۱۔ تبصراتی مقالے(Review Article) دیکھے جاتے ہیں۔ ان کی اہمیت تحقیقی مقالے سے زیادہ ہے۔ کیونکہ ان میں مقالوں کا جائزہ آ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں خطوط بنام مدیر، تبصرے اور دیگر ایسی تحریریں بھی اہم ہوتی ہیں جن میں حوالہ دیا گیا ہوتا ہے۔ اثراتی عامل معلوم کرنے کا فارمولا مثلاً:

(الف) ۱۹۹۲ء کے کل حوالے

(ب) ۱۹۹۲ء میں ۹۱۔۱۹۹۰ء میں شائع کرنے والے مقالوں کے حوالہ جات۔

(ج) ۹۱۔۱۹۹۰ء میں شائع ہونے والے مقالوں کی تعداد۔

(د) ب تقسیم ج =۱۹۹۲ء کا اثراتی عامل۔

مختلف مضامین کا تنوع: ہر مضمون کے تحقیق مقالوں کے اثرات مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے ہر مضمون کا الگ الگ جائزہ لیا جاتا ہے۔

۲۔ پانچ سال تک کا جائزہ لینا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ فارمولا کچھ یوں ہے:

(الف) ۱۹۹۲ء میں ۱۹۸۷ء سے ۱۹۹۱ء تک کے مقالات کے حوالوں کا جائزہ

(ب) ۱۹۸۷ء سے ۱۹۹۱ء کے دوران میں شائع ہونے والے مقالات

(ج) الف تقسیم ب = پانچ سالہ اثراتی عامل

۳۔ ذاتی حوالہ جات کو نظر انداز کرنے کے لیے نظر ثانی شدہ اثراتی عامل:

(الف) ۹۱۔۱۹۹۰ء میں شائع شدہ مقالوں کے حوالہ جات ۱۹۹۲ء میں

(ب) ۹۱۔۱۹۹۰ء میں شائع شدہ مقالوں کے ذاتی حوالہ جات ۱۹۹۲ء میں

(ج) الف تقسیم ب =کل حوالہ جات منفی حالیہ مقالوں کے ذاتی حوالہ جات

(د) ۹۱۔۱۹۹۰ء میں شائع شدہ مقالات کی تعداد

(د)　　نظر ثانی شدہ ابتدائی عامل (ج تقسیم د)

۴۔　عنوان کی تبدیلی سے یکساں اثراتی عامل کا جائزہ:

فارمولا:

(الف)　۱۹۹۲ء میں ۹۱۔۱۹۹۰ء میں شائع شدہ مقالوں کے حوالہ جات (الف+الف۲)

الف ا=　نئے عنوان کے ساتھ

الف۲=　بعد کے عنوانات کے تسلسل کے ساتھ

(ب)　۹۱۔۱۹۹۰ء میں شائع شدہ مقالات (ب ا+ ب۲)

ب ا=　نئے عنوان کے ساتھ

ب۲=　بعد کے عنوانات کے تسلسل کے ساتھ

(ج)　یکساں اثراتی عامل (الف تقسیم ب)

ج ا=　الف اتقسیم ب ا

ج۲=　الف۲تقسیم ب۲

اثراتی عامل تحقیقی جرائد کی افادیت اور اثرات جاننے کا مفید آلہ ہے۔ بس اس میں ذاتی کوشش اور تبدیلی، تنوع اور فریب کے عناصر اور عوامل کو ملحوظ رکھنا ہوگا تاکہ اثرات کا صحیح ترین جائزہ لیا جاسکے۔

صرف اثراتی عامل ہی اُردو کے تحقیقی جرائد کو تحقیق کی دنیا میں اعلیٰ سطح پر تسلیم کرا سکتا ہے۔اُردو کے تحقیق کار اس بات کو جتنا جلد سمجھ جائیں اتنا ہی بہتر ہے۔

پاکستانی یونیورسٹیوں کے تحقیقی مقام کا جائزہ ISI کے معاصر جائزہ (Peer Review) سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ جائزہ ہر سال ان کی ویب سائٹ ISI web of knowledge پر شائع کیا جاتا ہے۔ اس میں سائنس (SCI-Expanded)، سماجی علوم (SSCI)، فنون اور انسانیات (ادبیات((A&HCI) کے حوالے سے اثراتی مطالعہ (Impact Study) کا اشاریہ شائع ہوتا ہے۔ ۲۸ فروری ۲۰۱۱ء کو ہائر ایجوکیشن کمیشن نے اخبار میں اشتہار دیا اور پاکستانی یونیورسٹیوں کے تحقیق مقام کی فہرست شائع کی۔ اس کے مطابق پچھلے چار برسوں (۲۰۰۷ء، ۲۰۰۸ء، ۲۰۰۹ء اور ۲۰۱۰ء) میں تحقیقی لحاظ سے پہلے نمبر پر قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد تھی۔ ۲۰۰۷ء سے ۲۰۰۹ء تک کراچی یونیورسٹی دوسرے نمبر پر تھی۔ ۲۰۱۰ء میں آغا خان یونیورسٹی کراچی دوسرے نمبر اور کراچی یونیورسٹی تیسرے نمبر پر تھی۔ ۲۰۰۷ء سے ۲۰۰۹ء تک پنجاب یونیورسٹی تیسرے نمبر تھی مگر ۲۰۱۰ء میں چوتھے نمبر پر تھی۔ ۲۰۱۰ء میں پانچویں نمبر پر زرعی یونیورسٹی فیصل آباد، چھٹے نمبر پر کامسیٹس انسٹی ٹیوٹ آف انفارمیشن پر ٹیکنالوجی اسلام آباد، ساتویں نمبر پر گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور، آٹھویں نمبر پر سرگودھا یونیورسٹی آئی۔

ان پہلی دس یونیورسٹیوں میں سے کراچی، پنجاب، سرگودھا، جی سی لاہور اور پشاور کی یونیورسٹیوں میں اُردو کے شعبے موجود ہیں، مگر اس بات پر اُردو والوں کو خوش نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ISI کی رپورٹ میں اُردو تحقیق کا کوئی اثراتی مطالعہ موجود نہیں۔

اس فہرست میں چوبیس ایسے ادارے شامل ہیں جن میں اُردو کی تدریس ہوتی ہے مگر ان کے اس تحقیقی درجے میں اُردو کی کسی تحقیق کو بار حاصل نہیں۔ ان میں سے بہا الدین زکریا ملتان ۱۱ویں نمبر پر، سندھ (جام شورو) ۱۵ویں، اسلامیہ (بہاولپور) ۲۴ویں، جی سی (فیصل آباد) ۱۹ ویں، ہزارہ (مانسہرہ) ۲۲ویں، وفاقی اُردو (اسلام آباد) ۲۴ویں، بلوچستان (کوئٹہ) ۲۵ویں، بین الاقوامی اسلامی (اسلام آباد) ۲۷ویں، لاہور ویمن جی سی (لاہور) ۲۹ویں، گومل (ڈیرہ اسماعیل خان) ۳۰ ویں، آزاد جموں کشمیر (مظفر آباد) ۳۲ویں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (اسلام آباد) ۳۳ویں، ایف سی سی (لاہور) ۴۰ویں، گجرات (گجرات) ۴۲ویں، شاہ لطیف (خیر پور) ۵۹ ویں، اسلامیہ کالج (پشاور) ۶۴ویں، ایجوکیشن (لاہور) ۷۰ویں، نمل (اسلام آباد) ۷۵ویں، بیکن ہاؤس (لاہور) ۹۰ویں نمبر پر ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی اُردو کے حوالے سے اس جائزے میں شامل نہیں۔ گویا اُردو تحقیق ابھی کسی عالمی مقام پر موجود نہیں۔ ۲۰۱۱ء میں بھی پہلے نمبر پر قائداعظم یونیورسٹی تھی۔ پہلی دس یونیورسٹیوں میں زرعی یونیورسٹی فیصل آباد، آغا خان یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی، کراچی یونیورسٹی، کامسیٹس، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور، پشاور یونیورسٹی، ، نسٹ اسلام آباد اور بہاالدین زکریا یونیورسٹی شامل ہیں ۔ وفاقی اُردو یونیورسٹی ۲۵ ویں اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ۴۳ ویں نمبر پر تھی۔

ایسے جرائد جو اثراتی عامل کی اشاریہ بندی سے گزرتے ہیں "W" کے زمرے (Category) میں آتے ہیں جبکہ ایک پروفیسر بننے کے لیے "X" زمرے میں شائع شدہ تحقیقی مقالے قابل قبول ہوتے ہیں۔ مگر اُردو کا کوئی تحقیقی جریدہ "Z" زمرے سے بالا تر نہیں، سوائے اقبال اکیڈمی کے جریدے ''اقبال ریویؤ' یا *Kashmir Journal of Language*, Muzafarabad, AJK کے جو "Y" زمرے میں آتے ہیں۔

اثراتی عامل ایک تحقیق کار Eugene Garfield نے وضع کیا تھا جو ISI کا بانی تھا۔ اب یہ ادارہ Thomson Reuters کا ایک حصہ ہے۔ ان کی رپورٹ میں جرائد کے اثراتی عامل کا اشاریہ شائع ہوتا رہتا ہے۔[۲] اس پر تنقید بھی کی جاتی ہے کہ اثراتی عامل کا اشاریہ کبھی آڈٹ نہیں ہوتا، اس لیے اس کی وقعت کم ہو جاتی ہے یا جرائد اپنے ہی مقالات میں سابقہ جرائد کے حوالے سے بڑھا دیتے ہیں وغیرہ۔[۳] لیکن انتہائی منضبط کوائف، تجزیے اور اشاریہ بندی کی بدولت یہ اعتراضات عمومی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس میں بہترین شماریاتی فارمولے استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ تاہم ایک اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ خواہ جریدہ کتنے بھی اعلیٰ عامل کا حامل ہو، اصل بات تو اس تحقیقی مقالے کے مندرجات اور معیار کی ہے جو اس میں شائع ہوا ہے لیکن ایک بات طے ہے کہ کسی جریدے کی تدوین کا اعلیٰ ہی اس کے اثراتی عامل اور زمرے کو طے کرے گا، چنانچہ لا محالہ اس میں شائع شدہ مقالہ اس کے کم از کم معیار پر تو پورا اترتا ہی ہوگا۔ سفارشی مضامین اور مقالے اس میں شائع نہ ہوتے ہوں گے۔ مقالات کے اثراتی عامل کا جائزہ اور طرح سے بھی لیا جاتا ہے۔ اسے مقالاتی سطح جدول (Almetrics) کہا جاتا ہے۔ اس میں مقالے پر فوری ردعمل / آرا کو گنا جاتا ہے۔

اثراتی عامل کے جائزے میں ISI کی ویب(Web) پر تئیس (۲۳) ہزار جرائد موجود ہیں۔ وہاں آپ کسی بھی جریدے کا عامل معلوم کر سکتے ہیں۔ اس میں آرٹس اور انسانیات کے شعبے کا اشاریہ الگ سے موجود ہے۔ یہ اشاریہ فی الوقت ۱۳۰۰ جرائد پیش کرتا ہے۔[۴] گویا ابھی تک صرف اتنے جریدے رجسٹر ہوئے ہیں۔ ان میں نصف سے بھی کم تعداد زبان و ادب کے جریدوں کی ہے۔ لسانیات کے کل ۴۷ جریدے رجسٹر ہیں۔

زبان سے متعلق ایک عالمی جریدے کے اثراتی عامل کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ "Language" نام کا یہ انگریزی

جریدہ Linguist Society (U.S)امریکہ سے ۱۹۲۵ء سے سہ ماہی شائع ہو رہا ہے۔ اس کا اثراتی عامل ۲۰۰۶ء میں ۱۹۷۹ اور ۲۰۰۹ء میں ۱۸۸۶ تھا۔ اس میں نوم چومسکی کے مقالات سب سے زیادہ موثر رہے۔ یہ جریدہ ۴۷ لسانیاتی جریدوں میں چھٹے نمبر پر ہے۔[۵] اسی طرح ایک اور عالمی سہ ماہی جریدہ Language and Literature ہے جو Poetics and Linguistics Association کی طرف سے معروف ناشر Sage شائع کرتے ہیں۔ ۲۰۱۰ء میں اس کا اثراتی عامل ۰.۹۷۰ تھا۔ اس میں بہترین شائع شدہ مقالہ Jennifer R. Harding کا تھا۔[۶]

اب اُردو کے تحقیقی جرائد (جامعاتی یا غیر جامعاتی) کا جائزہ لیں تو یہاں تقریباً تمام جرائد "Z"زمرے میں آتے ہیں، جبکہ ان جریدوں کو "X"اور "W"زمروں میں آنا ہے۔ یہاں تک پہنچنے کے لیے دیگر شرائط کے علاوہ مقالات کے حوالہ جات کی اشاریہ بندی کی ضرورت ہے، جو ISI میں رجسٹریشن کے بعد ہوسکتی ہے۔ اس بات کا اعتراف ''معیار''، اسلام نمبر ۶ میں بھی کیا گیا۔[۷]

''اردو کے تقریباً سبھی جرائد اس وقت کیٹیگری Z میں ہیں۔ اس کی وجہ اُردو میں انڈیکسیشن کے نظام کا نہ ہونا ہے''۔

تحقیقی معیار اور HEC کے حوالے سے ایسا ہی ایک گریہ ''معیار'' نمبر۸، ۲۰۱۲ء میں بھی کیا گیا ہے۔[۸]

اثراتی عامل پر جریدے کا سائز (مقالات کی تعداد کے لحاظ سے) مثبت طور پر اثرانداز ہوتا ہے۔ اس کا ایک جائزہ ایم امین نے لیا ہے۔[۹] اس کے مطابق چار ہزار جرائد کا جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ جیسے جیسے جرائد میں مقالات کی سالانہ تعداد اشاعت بڑھتی ہے، ان کے اثراتی عامل میں بھی اسی طرح اضافہ ہوتا ہے۔ ایک اتفاقی نمونہ بندی سے ۱۴۰ مقالات سالانہ کمی یا اضافے سے اثراتی عامل میں ۲۲ فی صد سالانہ کمی یا اضافہ ہوتا ہے۔ اثراتی عامل کے علاوہ جو تیسری بات تحقیقی جرائد کو قابل قبول بنا سکتی ہے، وہ مقالات کی شرح قبولیت (Acceptance Rate) ہے۔ یعنی کسی جریدے میں موصول ہونے والے کتنے فی صد مقالات اشاعت کے لیے قبول ہوتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق اسے نصف سے کم ہونا چاہیے یعنی مسترد مقالات کی تعداد قبول مقالات سے زیادہ ہونی چاہیے۔ ایک تحقیقی سروے میں تحقیق کاروں نے معاشیات کے تین جریدوں کی شرح قبولیت معلوم کی تو وہ ۴۷٪، ۵۱٪ اور ۵۵٪ تھی۔[۱۰] کاف مین ولز گروپ نے ۵۰۰ جرائد کے سروے کے بعد معلوم کیا کہ Association of Learned and Professional Society Publishers کی اوسط شرح قبولیت ۴۲٪ تھی۔[۱۱] اُردو کے جرائد کی شرح قبولیت ۸۰٪ سے زائد ہے۔ اسے کم از کم ۵۰٪ تک آنا چاہیے۔ اس اعلیٰ سطح پر پہنچنے کی خواہش سے پہلے ان جرائد کو اپنا ادارتی جائزہ بھی لے لینا چاہیے کہ ان میں ابھی کون کون سی کمی واقع ہے۔ مثلاً:

۱۔ ان کا باقاعدہ دفتر اور کوئی تکنیکی ایڈیٹر (ملازم) موجود نہیں ہوتا۔

۲۔ مجلس مشاورت معاصر جائزہ (Peer Review) کا کام نہیں کرتی۔

۳۔ ان کی اشاعت باقاعدہ نہیں ہوتی۔

۴۔ مقالات منتخب کرنے کے لیے کوئی باقاعدہ زمرہ جاتی ادارتی پالیسی نہیں ہوتی اور مقالات باقاعدہ اپنے زمرہ جاتی معیار پر پرکھے نہیں جاتے۔

۵۔ مسترد مقالات کا تناسب کوئی نہیں جسے منتخب مقالات سے زیادہ ہونا چاہیے یعنی شرح قبولیت ۵۰٪ سے کم ہونی چاہیے اور اس کا باقاعدہ رجسٹر موجود ہونا چاہیے۔

۶۔ ان مقالات میں دیگر تحقیقی جرائد میں شائع شدہ مقالات کے حوالے کثرت سے نہیں ہوتے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔

۷۔ اشاریہ بندی کا ان کا اپنا کوئی نظام نہیں جس سے اپنا جائزہ خود لینے میں کوتاہی ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر ''دریافت'' اسلام آباد نمبر۵، ۲۰۰۶ء ہی کو لے لیں، اس میں کل ۱۶ حوالے رسائل و جرائد کے ہیں۔ شمارہ نمبر ۹، ۲۰۱۰ء میں ۲۱ حوالے آئے ہیں۔ ''معیار'' اسلام آباد، نمبر۴، ۲۰۱۰ء میں کل ۳۳ حوالے رسائل و جرائد کے ہیں۔ ''معیار'' اسلام آباد نمبر ۶، دسمبر ۲۰۱۱ء میں کل ۵۶ حوالے رسائل و جرائد کے ہیں۔ ان میں بمشکل چھ سات حوالے تحقیقی جرائد کے ہیں۔ ''تحقیق''، جام شورو نمبر ۱۶، ۲۰۰۸ء میں ۴۴ حوالے اور نمبر ۱۹، جون ۲۰۱۰ء میں ۲۱ حوالے ہیں۔ البتہ زیادہ تر تحقیقی جرائد کے ہیں۔ دیگر رسائل میں سے ''الزبیر'' بہاولپور، نمبر۴، ۲۰۰۸ء میں کل چار حوالے اور نمبر ۵، ۲۰۰۸ء میں کل پانچ حوالے رسائل و جرائد کے ہیں اور وہ بھی تحقیقی علمی جرائد کے نہیں۔ ''الاقربا'' اسلام آباد، شمارہ نمبر۳، جولائی ستمبر ۲۰۱۲ء میں بمشکل دو حوالے رسائل کے ہیں اور وہ بھی غیر تحقیقی رسائل کے ہیں۔ ''پیغام آشنا'' نمبر ۴۹، اپریل تا جون ۲۰۱۲ء میں اکثر مضامین میں ماخذ درج ہی نہیں۔ سوائے دو تین مقالات کے اور وہاں بھی چھ حوالے جرائد کے ہیں۔

لازم نہیں کہ اُردو کا تحقیقی جریدہ جامعات ہی سے برآمد ہو۔ یہ نجی اشاعتی ادارے کی طرف سے بھی باقاعدگی سے شائع ہو سکتا ہے۔ شرط صرف ''علم میں اضافہ'' کی ہے۔ اُردو کے تحقیقی مقالوں میں ''علم میں اضافہ'' کی شرط اس سے پوری نہیں ہوتی کہ یہاں کوئی مقالہ سابقہ تحقیق پر منحصر ہوتے ہوئے نئے جائزے پیش نہیں کرتا۔ محض اقتباسات اور حوالوں کے اندراج ہی کو تحقیقی مقالے کی شان سمجھ لیا جاتا ہے۔ مقالے میں مضمر یا ظاہر کوئی تحقیقی سوال، فرضیہ، مفروضہ اور تحدید موجود نہیں ہوتی۔ اس کی ایک بڑی وجہ اُردو تحقیق میں مقالات اور جرائد کی بجائے ''کتابوں'' کو علمی ماخذ تصور کرنا ہے جو جدید علمیات اور تحقیق کی روشنی میں غلط ہے۔ یہ غلط رویہ جرائد کے حوالے زیادہ نہیں آنے دیتا بلکہ اکثر مضامین/ مقالات میں سوائے کتابوں کے کوئی حوالہ نہیں ہوتا۔ جب ان جرائد میں شائع شدہ مقالوں کے حوالے ہی نہیں آئیں گے تو حوالوں کی اشاریہ سازی کس طرح سے ہوگی اور کسی مقالے کے ''اثراتی عامل'' کا جریدے کے ''اثراتی عامل'' کے حوالے سے کیوں کر پتا چلے گا۔ یقین مانیں کہ اگر اگلے سات برس میں آپ کے مقالے/ مضمون/ تبصرے، رسالے/ جریدے کے کہیں حوالے نہیں لیے گئے تو اس کا سیدھا سادہ مطلب ہے کہ یہ علمی طور پر کسی بھی نوٹس لینے کے قابل نہیں تھے اور انھوں نے علمی ترقی پر کوئی اثر نہیں چھوڑا۔ بعد ازاں یہ مقالے محض کتابوں میں بند/ محفوظ ہو کر رہ جائیں گے جو علمی ترقی کے لیے بیکار ہیں۔

کتابیں تحقیق کا علمی ماخذ اس لیے نہیں ٹھہرائی جاسکتیں کہ ان میں محض کوائف اور معلومات درج ہوتی ہیں، جنھیں مرتب کر دیا جاتا ہے۔ ان میں کوئی زاویہ نظر (Point of View)، کوئی نسبتوں کا نقش (Pattern)، کوئی دانش کا راستہ بہت کم ہوتا ہے اور تحقیق کار کو ان آخری باتوں سے تعلق ہوتا ہے۔ بقول نیل فلیمنگ:

- کوائف کا ہجوم معلومات نہیں ہوتیں
- معلومات کی جمع آوری علم نہیں
- علوم کا اجتماع دانش نہیں
- دانش کا مجموعہ صداقت نہیں

اس کا سیدھا سادہ مطلب ہے کہ جب ہم کوائف (Data) جمع کرتے ہیں تو سیاق و سباق کے بغیر یہ بے معنی ہوتے ہیں تاوقتیکہ ان میں کوئی نسبت، تعلق یا تلازم نہ دیکھا جائے۔ مثلاً ''وقت''، ''۵''، ''ج'' وغیرہ محض کوائف ہیں جب تک کہ ''وقت گزرتا ہے''، ''وقت کی بات''، ''۵ سیر''، ''۵ بار''، ''ج سے جہاز''، ''نکتہ ج'' نہ کہا جائے۔ تب یہ معلومات ہوں گی۔ یعنی کوئی نسبت، تعلق یا تلازم موجود ہے۔ معلومات انھی کا فہم ہیں۔ جب اس پر کیوں، کیا، کیسے جیسے سوالات کیے جاتے ہیں تو بات بصیرت اور تجربہ و واردات کی روشنی میں ان سے حاصل شدہ جوابات علم کہلاتے ہیں۔ یعنی نسبتوں، تعلقات اور تلازمات کا نقش (Pattern) علم ہوتا ہے جس سے دہرائے جانے اور پیش گوئی کرنے کو بنیاد ملتی ہے۔ علم حکمت علمی، عمل، طریق اور انداز پر منحصر ہوتا ہے۔[۱۲] علم میں پیش رفت انھی باتوں میں پیش رفت سے ہوتی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ اُردو تحقیق ابھی تک معلومات یا تلاش کے زمرے میں ہے اور اس کی بنیاد بھی کوائف نہیں بلکہ ذاتی آراء ہوتی ہیں اور ان آراء پر علم ہونے کا اصرار کیا جاتا ہے۔

کمپیوٹر سائنس میں پی ایچ ڈی کے لیے ''نالج مینجمنٹ'' (Knowledge Management) کا مضمون وضع اور پیش کرتے ہوئے مجھے اس بات پر تأسف ہوتا ہے کہ میرے کمپیوٹر کے طلبہ اُردو کے ''نالج مینجمنٹ'' پر کوئی کام نہیں کر سکتے کیونکہ اُردو تحقیق میں علم/ نالج نام کی کوئی تحقیقی شے نہیں ملتی، بس، دریافت، معلومات یا کچھ حد تک کوائف۔ اُردو تحقیق کو اپنا راستہ بدلنا ہو گا اور اسے علم کی جدید تشریح اور تعبیر پر استوار کرنا ہو گا۔

حوالہ جات

۱۔ دیکھیں: ا۔ ڈاکٹر عطش درانی، **اُردو کی لسانی ترقی**، شاخ زریں، اسلام آباد، جنوری ۲۰۱۱ء، ص ص: ۳۹ تا ۴۲

۲۔ ڈاکٹر عطش درانی، **اُردو اور لسانی پالیسی**، شاخ زریں، اسلام آباد، طبع اول: ۲۰۱۱ء، ص ص: ۴۵ تا ۴۹، طبع دوم، ۲۰۱۲ء ص ص: ۴۵ تا ۵۰۔

2. http://en.wikipedia.org/wiki/impact-factor

3. Rossner M. Van Epps H, Hill E, **Show me the Data**, "Journal of Cell Biology" 179 (f)= 1091-2

4. ISI Web of Knowledge (http://thomsonreuters.com/content)

5. http:/www.isadc.org/info/pubs-language.cfm

6. www.uk.sagepub.com/journals/Journal200860

۷۔ **اداریہ**، ''معیار''، اسلام آباد، نمبر ۶، جولائی دسمبر ۲۰۱۱ء ص: ۷

۸۔ **اداریہ**، ''معیار''، اسلام آباد نمبر ۸، جنوری تا جون ۲۰۱۲ء ص: ۷

9. Amin, M. and M. Mabe, **Impact Factor: Use and Abuse** "Perspective in Publishing", Elsevier, Oxford, No.1, Oct. 2000, P.4

10. Bo-Christer Bjork and Jones Holmstrons, **Benchmarking Scientific Journal from the submitting Author's point of view** "Learned Publishing", 2006, No.19, Pl154.

11. Kaufman-wills Group, **The Facts about Open Access**, ALPSP, 2005.

12. Fleming, Neil, **Coping with a Revolution,** Lincoln University, Canterbury, New Zealand (http://www.systems-thinking.org)